باب پنجم

……حاصل مطالعہ……

دراصل اداریہ کسی بھی رسالے کا اہم حصہ ہوتا ہے۔اس میں کسی بھی رسالے کا مدیر اپنی رائے کا آزادانہ طور پر اظہار کرتا ہے اور مختلف مسائل پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ بعض معاملات پر رائے زنی کی جاتی ہے۔بعض معاملات کی توضیح کی جاتی ہے کسی فیصلے کی کامیابی یا ناکامیابی کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔اداریہ میں مدیر اپنی عِلمی وسعت، دانشوری اور مختلف مسائل پر دسترس کا مظاہرہ کرتا ہے۔معیاری اداریہ کا چُست، منطقی، مدلل، معیاری، پُر اثر اور خوش اسلوب ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیقی وتنقیدی مزاج کا ہونا بھی ضروری ہو جاتا ہے اس لئے اداریہ کے مدیر کو زبان و بیان، حالات وواقعات، مسائل ومعاملات، زور فہمی اور قوتِ فیصلہ وغیرہ پر مکمل عبور ہونا چاہئے۔دراصل اداریہ مدیر کے پاس ایک ایسا آلہ ہوتا ہے جس سے وہ حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔مختلف ماہرین نے اپنے اقتباسات سے یہ ظاہر بھی کر دیا ہے کہ اداریہ نہ صرف صحافت کا ضمیر ہوتا ہے بلکہ ریڑھ کی ہڈی کا کام بھی دیتا ہے۔اس میں تخیل طرازی، انشاء پردازی اور افسانوی انداز کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی یعنی جو بھی کہو سچ کی بنیاد پر رائے زنی کی جائے

اداریے میں پسند یا ناپسند کے متعلق توازن واعتدال کا ہونا بے حد ضروری ہوتا ہے کیونکہ ان کے وجہ سے بہت جگہوں پر فائدہ ونقصان بھی لوگوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اداریوں کی زبان سادہ ہو، تشبیہات واستعارات کا استعمال نہ ہو بلکہ عوام کو مدنظر رکھ کر تحریر کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ جتنی عوامی نمائندگی اداریہ کو حاصل ہوگی اتنی ہی رسالے یا اخبار کی شہرت واس کے حسن میں اضافہ ہوگا ۔اور جہاں تک ہو سکے اپنے خیالات میں بے لاگ وفاداری اوران پر یقین ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔

ابتداء میں اداریہ کے کوئی اصول وضوابط مقرر نہیں تھے، مضمون کی ہی طرح اداریہ لکھ لیا جاتا تھا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس کی اہمیت وافادیت کو سمجھتے ہوئے ماہرین نے اداریہ کے اصول بھی مقرر کئے ہیں یعنی حقیقت نگاری، توازن، غیر جابنداری، غیر فرقہ پرستی، ایجاز وارتکاز، موضوع کی دلچسپی، روانی وتسلسل، مسائل پر بحث وغیرہ کے موضوعات کو ترقی دی جارہی ہے۔علاوہ ازیں ان اداریوں میں تسلسل، روانی، سادگی اوراداریہ کے تمام اجزاء کو اس کے مدنظر رکھا جاتا ہے تا کہ رسالے کے اداریوں کا حسن برقرار رہے۔

دراصل رسالہ ’’تہذیب الاخلاق‘‘ کا اہم مقصد ہندوستانی معاشرہ بالخصوص مسلمانوں کی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی لانا تھا۔ چوں کہ مسلمان قوم اُس وقت زندگی کے ہر شعبے میں پسماندگی کا شکار تھی۔ قدیم انداز اور مشرقی رسم وروایات پر اس قوم کا انحصار تھا۔ لیکن سرسید نے اس رسالے کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کو جگانے کی کوشش کی بلکہ ان کی زندگی کے ہر شعبے پر توجہ کی اور جہاں جہاں بھی انہیں خرابیاں نظر آئیں اس سے دور کرنے کی کوشش کی۔اس کے علاوہ

اپنی قوم کو اُٹھنے بیٹھنے کے طور طریقے، کھانے کے آداب، گفتگو کا انداز، انگریز سازشوں سے باخبر، سیاست کے متعلق رائے، مذہب کی اصل روح جیسی چیزوں سے واقف بھی کرایا۔ اردو نثر میں مبالغہ آرائی، لفاظی، تصنع، وقافیہ پیمائی جیسی چیزوں سے نجات دلائی۔

رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں نے بھی وہی کام سرانجام دیا ہے جس مقصد کو مدنظر رکھ کر سرسید نے اس رسالے کی شروعات کی تھی۔ سرسید کی موت کے بعد یہ رسالہ اگرچہ بند ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے چاہنے والوں نے اس رسالے کو پچاسی سال بعد پھر لگاتار دوبارہ شروع کیا جس کا شرف سید حامد صاحب کو جاتا ہے۔ یعنی ۱۹۸۲ء سے لگاتار رسالے کے ساتھ ساتھ اس کے اداریے بھی شائع ہوتے رہے ہیں جن کے موضوعات و مقصد بھی اسی کی ترقی کا ضامن ہیں۔ رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں نے ہندوستانی معاشرہ کو سیاسی، سماجی، تہذیبی، ثقافتی، معاشی، مذہبی، تاریخی، فلسفہ، تعلیم اور تمدن کی جانکاری فراہم کرنے کے علاوہ سائنس وٹیکنالوجی پر بھی زور دیا ہے۔ ''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں کا دائرہ موجودہ دور میں کافی وسیع نظر آتا ہے۔ ابتداء میں تو صرف تہذیب وثقافت و مذہبی موضوعات پر زیادہ تر لکھا جاتا تھا لیکن ۱۹۸۲ء کے بعد مدیروں نے وقت اور قوم کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان اداریوں میں ایسی جانکاری دینے کی کوشش کی ہے جو قوم وملک کے لئے ایک مشعل راہ بن گئی ہے۔

''رسالہ تہذیب الاخلاق'' کو ہم دو ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ جو ۱۸۷۰ء سے ۱۹۰۷ء تک اور ۱۹۸۲ء سے دور حاضر تک ہے۔ دور اول کا پہلا حصہ ۲۴/دسمبر ۱۸۷۰ء سے ستمبر ۱۸۷۶ء تک کا رہا ہے۔ دوسرا حصہ ۱۸۷۹ء سے لیکر ۱۸۸۱ء تک کا رہا۔ تیسرا حصہ اپریل ۱۸۹۴ء سے لیکر

فروری ۱۸۹۷ء تک کا رہا۔ چوتھا حصہ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۷ء تک کا رہا۔غرض یہ کہ رسالہ ’’تہذیب الاخلاق‘‘ کے پہلے دور کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں یہ بخوبی علم ہوجاتا ہے کہ اس رسالے کے باقی حصّے پہلے حصّے کے مقابلے میں پست نظر آتے ہیں نہ تو ان میں کوئی زیادہ گہرائی ہے اور نہ ہی قلم کاروں کا دائرہ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے یہاں تک کہ مضامین کی تعداد بھی کم ہی ہے

رسالہ ’’تہذیب الاخلاق‘‘ کے دوسرے دور (۱۹۸۲ء کے بعد) میں قلم کاروں کی تعداد ومضامین کی تعداد کا دائرہ کافی وسیع ہوا جو سرسید کی موت کے بعد تقریباً ۸۵ سال بعد ۱۹۸۲ء میں شروع ہوا اور دور حاضر تک جاری ہے۔اس دور میں اس رسالے کے ساتھ وابستہ مدیر بھی وقت وقت پر بدلتے رہے لیکن جو بھی مدیر اس رسالے کے ساتھ وابستہ رہے ہیں وہ سب کے سب تعلیم یافتہ وسرسید شناش معلوم ہوتے ہیں موجودہ دور میں بھی یہ رسالہ سرسید کے دور کی طرح ہی علمی، تعلیمی، مذہبی، فلسفہ، تاریخ، ادب وغیرہ کو موضوع بناتا رہا ہے لیکن ساتھ ہی قلم کار موجودہ دور کے منظرنامے کو بھی پیش کررہے ہیں جس کا انحصار سائنس اور ٹیکنالوجی پر ہے۔ نیز اس دور کے قلم کار جدید ٹیکنالوجی سے وہی کام لے رہے ہیں جو کام سرسید احمد خان نے کم وسائل ہونے کے باوجود کر دکھائے تھے اور جس سے آنے والی نسلوں کو تاریخ جاننے و اس طرف راغب کرنے میں آسانی میسر ہوتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اس رسالے کے پہلے دور کے موضوعات زیادہ تر معاشرتی ،تہذیبی ،اصلاحی و مذہبی ہوتے تھے جو وقت کا تقاضا تھا لیکن دوسرے دور کے موضوعات کا معیار اگرچہ سید احمد خان کے دور سے کم تھا لیکن رسالے کی مجموعی پالیسی وہی رہی یعنی وہی مذہبی، علمی، تہذیبی، ادبی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، تاریخی، موضوعات وغیرہ کو ترجیح دی جاتی رہی۔

رسالہ ’’ تہذیب الاخلاق‘‘ کے اداریہ جو۱۹۸۲ء کے بعد لکھے گئے ان میں بھی وہی خاصیت پائی جاتی ہے جو سرسید کا منصب تھا اس رسالے کے اداریوں نے یقیناً قوم کو ایسے خیالات سے روشناس کرایا ہے جس سے نہ صرف زندگی گزارنے کے وسیلے سے آشنائی ہوئی بلکہ ترقی کا ایک نیا دور بھی شروع ہوتا ہے۔ابتداء میں اگر چہ اداریے کم لکھے گئے اور وہ معیار بھی نہیں تھا جو ایک اداریہ میں ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس رسالے سے وابستہ مدیروں نے اس کے لئے عوام کی خواہشات واُمنگوں کے مطابق قوم کی رہبری کی۔۱۹۸۲ء سے لے کر موجودہ دور تک رسالہ ’’تہذیب الاخلاق‘‘ کے ساتھ جو مدیر وابستہ رہے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔فروری۱۹۸۲ء سے لیکر ستمبر۱۹۸۳ء تک،سید حامد

۲۔اکتوبر۱۹۸۳ء سے لیکر مئی ۱۹۸۶ء تک،نورالحسن نقوی

۳۔جون ۱۹۸۶ء سے لیکر مارچ ۱۹۹۱ء تک،اسرار احمد

۴۔اپریل ۱۹۹۱ء سے لیکر مارچ ۱۹۹۴ء تک،کبیر احمد جائسی

۵۔اپریل ۱۹۹۴ء سے لیکر جولائی ۱۹۹۵ء تک،مسعود عالم

۶۔اگست ۱۹۹۵ء سے لیکر جنوری ۱۹۹۶ء تک،نعیم احمد

۷۔فروری ۱۹۹۶ء سے لیکر مارچ ۲۰۱۲ء تک،ابوالکلام قاسمی

۸۔اپریل ۲۰۱۲ء سے لیکر مئی ۲۰۱۴ء تک،ابوسفیان اصلاحی

۹۔جون ۲۰۱۴ء سے لیکر دورِ حاضر تک پروفیسر صغیر افراہیم اس رسالے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ اگر چہ ۱۹۸۲ء سے لے کر جنوری ۱۹۹۶ء تک رسالہ ’’تہذیب الاخلاق‘‘ کے

اداریوں کی نوعیت تقریباً ایک جیسی تھی۔ان میں ہمیں زیادہ تر اخلاقی نصیحت آموز قصے ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ انداز بھی نہیں دیکھنے کو ملتا ہے جس سے اداریہ کی کوئی خاص پہچان بن سکے۔بہر حال اس میں بھی ہر موضوع پر ہمیں جانکاری فراہم ہوتی ہے جو ہمیں کسی اور کتاب میں دیکھنے کو شاید نہ ملے۔

''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں کی جو نوعیت بدلی ہے وہ ۱۹۹۶ء سے اب تک کا سفر ہے ۔اس سفر کے دوران اداریہ نویسی کی باضابطہ شناخت بنتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔اس میں اداریہ نویسی وصحافتی انداز کی تمام خوبیوں کو مدنظر رکھ کر ہی اداریہ تحریر ہوا ہے۔اس میں بھی کچھ کچھ اداریے ایسے ہیں جن کا نتیجہ اخذ کرنا قاری کے لئے بہت ہی دشوار ہو جاتا ہے۔لیکن اس دور کے مدیروں نے اداریہ میں زیادہ تر وہ روانی، تسلسل اور دلچسپی پیدا کی جو ایک نئی چیز سامنے آتی ہے جس سے اس رسالے کے چاہنے والوں کو اداریے کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔ساتھ ہی موضوع کے متعلق پوری جانکاری فراہم کرنے کے لئے پہلے ابتدائی کچھ پیراگراف میں تعارف و تمہید باندھی جاتی ہے پھر اصل موضوع کی طرف رُخ کیا جاتا ہے اس کے بعد پوری جانکاری ومثالوں سے ثابت کر کے موضوع کے حل کی طرف پیش قدمی ہوتی ہے جس سے قاری تک یہ پیغام جاتا ہے کہ ذاتی مفاد کو نظر انداز کر کے قوم وملک کے بارے میں خیالات پیدا کرنے کے لئے ہر شخص کی حصہ داری ضروری ہے جو سرسید نے اپنے دور میں کر دکھایا تھا۔

''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں کا جو اُردو زبان وادب میں حصّہ رہا ہے وہ ایک بیش قیمتی سرمایا کہا جاسکتا ہے۔اس میں اردو ادب کی نامور شخصیات کے متعلق ایک منفرد انداز میں ان کے

تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے جو ہمیں سمیناروں، ادبی مجلسوں، کتابوں وغیرہ میں دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ اردو ادب کے کسی شاعر، ادیب، دانشور، کسی صنف وغیرہ جیسی چیزوں کو یہ اداریے منظر عام لانے کا کام سرانجام دیتا ہے اور دلچسپ جانکاری فراہم کی جاتی ہے۔

صغیر افراہیم مارچ ۲۰۱۶ء کے اداریے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

> ''۲۶ر جنوری ۲۰۱۶ء کو عابد سہیل تقریباً پینسٹھ سال کی فنی ریاضت کے بعد اس جہاں فانی سے رخصت ہو گئے۔ وہ ایک حساس ادیب، باشعور صحافی، کالم نویس، مدیر اور ملک وملت کے بہی خواہ تھے ''قومی آواز ''اور ''صحافت'' کے علاوہ نیشنل ہیرالڈ، پانیر اور ٹائمز آف انڈیا کے توسط سے انہوں نے اپنے قاری کو مکمل طور سے باخبر کیا۔ مثبت سوچ میں تقویت پیدا کی۔ افسانوں اور خاکوں کے ذریعے شعور کو متحرک کیا۔ تراجم کے ذریعے ہم آہنگی پیدا کی۔''(۱)

ان تحریروں سے اردو زبان وادب کا ہر طالب علم نہ صرف مستفید ہوتا ہے بلکہ اس کے دل میں بھی وہی خواہش پیدا ہوتی جاتی ہے جو ان نامور شخصیات نے اپنی تحریروں وتقریروں کے ذریعے قوم کے سامنے کر دکھایا اس میں غیر فرقہ پرستی، قومی ہمت، قوم وملک کی خدمات، متعصب، غیر جانبداری، حقیقت پسندی، اعتدال، توازن، ایجاز واختصار وغیرہ جیسی مثالیں ملتی ہیں اس سے اردو زبان وادب میں موضوعات کا نہ صرف وسیع دائرہ ہو رہا ہے بلکہ ان سے قوم وملک کو یکجا کر کے زبان کو ترقی وخوشحالی کی طرف گامزن کرنے کا فریضہ بھی انجام دیا جا رہا ہے۔

اصل میں ''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں کی اہمیت نہ صرف قدیم دور میں اہم تھی بلکہ موجودہ دور میں بھی یہ اداریے زمانے کے تقاضے اور ضرورت کے مطابق ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ اس رسالے کی خوش قسمتی ہے کہ اس کے ساتھ منسلک زیادہ تر مدیر اعلیٰ تعلیم یافتہ وادب پر گہری دسترس رکھتے ہیں۔ ان کے خیالات میں بلندی وفکر میں گہرائی کا عنصر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اتنے سال گُزر جانے کے باوجود بھی رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے اداریے لوگوں کے دلوں پر اثر کر رہے ہیں۔ اس سے نہ صرف اس رسالے کے قلم کاروں کا دائرہ بڑھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے بلکہ رسالے کے معیار کا بھی پتہ چلتا ہے اور آج کے دور میں تو اس رسالے میں اپنا مضمون آنا باعثِ فخر بات سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ بیان کر چکا ہوں کہ اس رسالے کے اداریوں میں نہ صرف سرسید فکر و ''تہذیب الاخلاق'' کی تاریخ کو موضوع زیر بحث بنایا جاتا ہے بلکہ اداریوں میں ہر طرح کے موضوعات کو سمیٹا جاتا ہے۔ جو سیاسی، سماجی، تعلیمی، علمی، ادابی، اقتصادی، تہذیبی، معاشرتی، سائنس، ٹیکنالوجی، مذہبی، انٹرنیٹ، کمپیوٹر وغیرہ چیزوں کو'' تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں میں زیر بحث لاتے ہیں۔ اس رسالے کے اداریوں کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی خاص دن، کسی خاص شخصیت کی یوم پیدائش یا وفات، کوئی اہم تاریخ وغیرہ پر اداریہ لکھا جائے جس میں قوم وملک کی مثبت سوچ میں ترقی واضافہ ہو سکے۔ یہ اداریے ہمیشہ ذاتی مفاد کو چھوڑ کر اجتماعی زندگی کے بارے میں سوچنے کا ایک درس دیتے ہیں۔

''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں کی اہمیت معاشرتی وتہذیبی اصلاح بھی ہے جو اچھی عادتیں،، رہن سہن، کھانے پینے کی اشیاء، گفتگو کا انداز، اتحاد، اتفاق، آپسی بھائی چارے وغیرہ

پر نصیحت آموز باتیں کی جاتی ہیں جس سے سر سید کے اس رسالے کا مقصد بھی بڑی حد تک پورا ہو جاتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو سدھارنے کا خواب دیکھا تھا۔ ''تہذیب الاخلاق'' کے اداریے تحقیقی وتنقیدی مزاج کے حامل نظر آتے ہیں ۔کسی بھی بات کو دلیلوں سے ثابت کر کے اس میں حقیقت کا رنگ بھر دیا جاتا ہے۔

۱۹۸۲ء کے بعد ان تمام مدیروں نے ''تہذیب الاخلاق'' کے اداریوں کو نئی جہت عطا کرائی ہے خاص طور سے اگر ہم موجودہ دور میں صغیر افراہیم کے اداریوں کی طرف نظر ڈالیں جو جون ۲۰۱۴ء سے تا حال تک اس رسالے کے لئے پورے زور وشور سے اداریہ لکھ رہے ہیں وہ سب کے سب انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہیں جس سے پڑھنے والے کے لئے آسانی ہو جاتی ہے کہ جب چاہے ان اداریوں کا مطالعہ کر کے نہ صرف حال کے زمانے سے واقف ہو سکتا ہے بلکہ اس رسالے کے اداریوں کی وساطت سے ماضی کی بھی تمام تر یادیں تازہ ہوتی ہیں۔جس سے نو جوان نسل جو اپنے اسلاف واخلاقی قدریں وانسانی Values کو دِن بدن کھو رہے ہیں اس نسل کو ان کے متعلق احساس دلایا جاتا ہے تا کہ آنے والی ہر مشکلات کا حل وہ خود ڈھونڈ سکیں۔

سر سید ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

> ''تم اپنے حال کا اپنے بزرگوں کے حال سے مقابلہ کرو، آپ کے بزرگ
> جس زمانے میں تھے انہوں نے اپنے تیئں اس زمانے کے لائق بنالیا تھا۔
> اس لئے وہ دولت اور حشمت اور عزت سے نہال تھے اور جس زمانے میں
> کہ ہم ہیں، ہم نے اپنے تیئں اس زمانے کے لائق نہیں بنایا اور اس لئے

نکبت اور ذلت میں ہیں۔‘‘(۲)

صغیر افراہیم کے تمام اداریوں میں وہی سوچ وفکر ہے جو سرسید اور تہذیب الاخلاق کا اہم مقصد رہا ہے مسلمانوں میں مزید بیداری پیدا کرنے کے لئے یہ اداریے معاون ثابت ہوتے ہیں۔یہی نہیں بلکہ اداریوں کی ان تمام خوبیوں کو اپناتے ہوئے صغیر صاحب نے اداریہ نویسی کے متعلق اس کے فنی واجزا بھی متعین کئے ہیں جو اردو صحافت و اداریہ نویسی کے لئے ایک نئی بات کا پتہ چلتا ہے۔ پروفیسر صاحب کے اداریوں میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو اداریہ نویسی کے لئے ضروری قرار دی گئی ہیں ہر اداریے میں روانی وتسلسل کے ساتھ بات کہی ہے جس سے اداریہ پڑھتے وقت دلچسپی قائم رہتی ہے اور کم سے کم وقت میں اداریہ قاری پڑھ لیتا ہے۔ان اداریوں میں جو بھی بات کہی گئی ہے اس کی مثالیں دے کر بات واضح کی ہے کہ ان اداریوں میں تحقیقی وتنقیدی مزاج کا بڑا عمل دخل ہے جو سوچ وفکر پیدا کرنے کی طرف ذہن راغب کرتے ہیں۔صغیر صاحب کی تحریروں کی ایک اور اہم خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے اداریوں کے ذریعے کسی مسئلے کا ذمے دار کسی سرکاری یا غیر سرکاری یا کسی شخصیت یا طبقے کو نہیں مانتے بلکہ اقبال کی طرح ہر فرد پر یہ ذمے داری عائد کرتے ہیں کہ اگر فرد ذاتی مفاد چھوڑ کر قوم وملک کے لئے سوچنا شروع کردے تو مسئلوں کا حل خود بخود آسان ہوسکتا ہے۔ بہر حال حقیقت نگاری وتحریروں میں توازن ان کے اداریوں کی خوبیاں قرار دینی چاہئے۔ یقیناً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صغیر افراہیم صاحب کے اور تہذیب الاخلاق کے تمام اداریوں میں خصوصاً ۱۹۸۲ء کے بعد درد، ہمت، جوش، اخلاق، سیاسی، سماجی، اشتراکیت، غیر فرقہ وارانہ فسادات، قومی یکجہتی، اتفاق اتحاد

آپسی بھائی چارے وغیرہ جیسی چیزوں پر زور دیا جاتا ہے جو قوم وملک کی ترقی وخوشحالی کے لئے ایک اہم قدم مانا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حواشی:

۱۔ تہذیب الاخلاق، شمارہ نمبر مارچ ۲۰۱۶ء، صغیر افراہیم

۲۔ تہذیب الاخلاق، شمارہ نمبر ستمبر ۲۰۱۴ء، صغیر افراہیم

☆☆☆☆☆